لوگوں کی شکایات کی وجہ سے سخت خفت اٹھانا پڑتی ہے۔

ایسے بگڑے ہوئے بچے معاشرے میں مثبت کردار ادا کرنے کے بجائے منفی رویئے پروان چڑھاتے ہیں اور مجرمانہ ذہنیت کے مالک بن جاتے ہیں۔ ان کی وجہ سے عمومی طور پر پوری نسل، معاشرے اور ملک کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ شروع ہی سے اس بات کا فیصلہ کرلیں کہ انہوں نے اپنی اولاد کی پرورش چند اصولوں کے تحت کرنی ہے جس کا مقصد ان کو آئندہ خطرات سے بچانا ہے۔ یہ تبھی ہوسکتا ہے جب بچوں کے اندر نظم وضبط پیدا ہو، وہ اچھی عادات سیکھیں، صاف ستھرے رہیں، سخت جان اور پُر جوش ہوں، مضبوط اور بہادر ہوں، ذمہ داری قبول کرنے میں پہل کریں، اللہ کی فرماں برداری کریں تاکہ آئندہ زندگی میں کامیاب ہوں اور آخری عمر میں والدین کے لئے باعث رحمت ہوں۔ امام غزالیؒ کے مطابق تعلیم وتربیت کا مقصد اللہ کی معرفت پیدا کرنا ہے تاکہ انسان اپنے مقصدِ وجود سے روشناس ہوجائے۔

© rasailojaraid.com

بچوں کی نفسیات

والدین بچے کے قدرتی استاد ہیں، گھر قدرتی اسکول اور شروع میں اس کے کھلونے اس کی کتابوں کا کردار ادا کرتے ہیں۔ والدین کو بچوں کی نفسیات اور نشوونما کے بارے میں جاننا چاہیئے تاکہ وہ اس کی عمر کے مطابق اپنے رویوں میں تبدیلی لاکر بہتر تعلیم وتربیت کرسکیں اور بچے کی حسی صلاحیتوں کی ترقی میں معاون ثابت ہوسکیں۔ پیدائش کے چھ ہفتے بعد بچہ ماں کے چہرے پر نظریں گاڑنا شروع کرتا ہے اور تیز آواز سن کر بلک جاتا ہے۔ تین سے چار ماہ میں اپنی گردن سنبھالنا شروع کرتا ہے اور پانچ سے چھ ماہ کی عمر میں کھلونوں کی طرف ہاتھ بڑھانا شروع کرتا ہے۔ نو ماہ کی عمر سے پہلے بچہ مکمل طور پر ماں باپ پر انحصار کرتا ہے۔ یہاں سے اس کی شخصیت بننا شروع ہوتی ہے۔ نو ماہ کے بعد نظم کے بارے میں نرمی کے ساتھ تربیت شروع کردینی چاہیئے اور اس کو واضح طور پر بتانا شروع کردینا چاہیئے کہ کیا چیز اُس کے لئے خطرناک ہے۔ ماں پہلے سال میں بچے کے لئے اہم ترین شخصیت ہوتی ہے جبکہ ایک سے تین سال کی عمر

© rasailojaraid.com

میں بچہ اپنے آپ کو اہم ترین ہستی خیال کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ سارا خاندان اس کی خواہشات کے مطابق چلے۔ اس کا منفی رویہ عروج پر ہوتا ہے اور بعض اوقات بھری محفل میں والدین کو شرمندہ کر دیتا ہے۔ اس عمر میں والدین کا رویہ نرم رہنا چاہئے' خصوصاً باپ کا' کیونکہ اس عمر میں باپ کی پہچان' اس کی اہمیت اور ضرورت اجاگر ہونا شروع ہوتی ہے۔ چار سال کی عمر میں بچہ اپنے تجربات اور مشاہدات کی بنا پر سیکھنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ اس کے تجسس کا مادہ عروج پر ہوتا ہے اور وہ اپنے والدین سے ایک دن میں چار سو تک سوالات پوچھتا ہے۔ ایسے میں غیر محتاط جوابات یا رویہ اسے ذہنی انتشار کا شکار کر دیتے ہیں۔ بار بار ڈانٹنے سے یہ بچہ چڑچڑا' بدمزاج اور کند ذہن بن سکتا ہے۔ اس عمر میں بچہ اپنے معاملات خود سلجھانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے جس کا معصوم ذہن ایک صاف کاغذ کی مانند ہوتا ہے۔ اس عمر میں اس کی مناسب رہنمائی' اخلاق' عقائد' معاملات' عبادات اور معاشرتی رویوں کے بارے میں مناسب انداز میں سکھانا ضروری ہے۔ پانچ سے چھ سال کی عمر میں بچوں میں شدید خواہش ہوتی ہے کہ وہ کیسے اپنے والدین یا اساتذہ کی طرح بن جائیں۔ لڑکا اپنے باپ کی طرح اور لڑکی اپنی استانی کی طرح بننے کی کوشش کر سکتی ہے۔ یوں والدین اور اساتذہ بغیر بولے اس کے لئے تربیت کا باعث بنتے ہیں۔ موجودہ ذرائع ابلاغ نے اس قدرتی تعلق کو بہت حد تک مسخ کر دیا ہے۔

سات سال کی عمر میں بچے میں علم حاصل کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ اس عمر میں اسے علم کی اہمیت سے روشناس کیا جائے اور سنجیدگی کے ساتھ علم حاصل کرنے کی ترغیب دی جائے تاکہ وہ علم کے اخلاقی' روحانی' معاشی اور مادی فوائد حاصل کر سکے۔ اس عمر میں نظم پیدا کرنے کی بہترین صورت ''نماز'' کی تلقین ضروری ہے۔

تعلیم و تربیت کے چند بنیادی اصول

آج کے دور میں والدین کو شام کا وقت اپنے بچوں کے ساتھ گزارنا چاہئے۔ ایک والد کو ایک دن میں دو گھنٹے اپنے بچوں کی تربیت کے لئے وقف کرنے چاہئیں تاکہ بچہ آزادانہ ذرائع ابلاغ کے مضر اثرات سے بچ سکے۔ والدین کو اپنی ترجیحات

© rasailojaraid
© rasailojaraid

متعین کرنی چاہئیں۔ بچوں کی الجھنیں سنیں، ان کا حل تلاش کرنے میں مدد دیں، حالات کا تجزیہ کرنا سکھائیں، سبق آموز واقعات، اپنی تاریخ، قرآن کی تعلیمات اور رسول اکرم ﷺ کے طریقوں کی اہمیت سمجھائیں، ان کی تعلیمی سرگرمیوں کا جائزہ لیں، ان کے ساتھ سخاوت، رحم دلی اور نیکی سے پیش آئیں۔ ان کی عادات و اطوار اچھی بنائیں۔ انہیں معاشرتی آداب (یعنی والدین کے حقوق، اساتذہ کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، بہنوں بھائیوں کے حقوق، دوستوں اور ساتھیوں کے حقوق، بڑوں اور چھوٹوں کے حقوق) اور اجتماعی آداب (اخوت، رحمت، ایثار، عفو و درگزر، جرأت و بہادری، احسان اور سخاوت) تفصیل کے ساتھ سکھائیں اور سمجھائیں۔ ان کا بچپن خوش کن اور پُرامن ہونا چاہئے۔ ان کو طہارت کے طریقے، ملنے جلنے اور اٹھنے بیٹھنے کے آداب، کھانے پینے کے آداب سکھائیں۔ ضروری ہے کہ اچھی کھیلیں مثلاً نشانہ بازی، تیراکی، فٹ بال، ہاکی اور جہاں تک ممکن ہو گھڑ سواری کی تربیت دوسری کھیلوں کی نسبت بہتر ہے۔

© rasailojaraid.c

تعلیم و تربیت کے مندرجہ ذیل تین اصول یاد رکھیں اور انہی کو بنیاد بنا کر بچے کی نشوونما کریں:

۱) بچوں میں شروع ہی سے اللہ کا خوف پیدا کیجئے۔ اللہ کے علاوہ کسی چیز مثلاً بلاؤں، چڑیلوں، بلیوں اور کتوں سے ڈرانے سے احتراز کیجئے۔ تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ شروع عمر کے خوف ساری عمر انسان کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھتے ہیں۔ غیر ضروری چیزوں کے ڈرانے سے بچے بزدل بن جاتے ہیں۔ یہ بات بھی سمجھ لیں کہ اللہ کے ڈر کے سوا دنیا کا کوئی قانون انسان کو جرم سے باز نہیں رکھ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے نام نہاد مہذب ترین ممالک میں جرائم کی شرح میں تمام انسانی تدابیر کے باوجود اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ترقی یافتہ انسان کو اس کے خالق سے ناآشنا کر دیا ہے۔ لہٰذا اللہ کی معرفت پیدا کر دینا ہی ہماری تعلیم و تربیت کی بنیاد ہونا چاہئے۔ اللہ کا خوف ہی کسی معاشرے میں جرائم کم کرنے میں سب سے زیادہ بڑا کردار ادا کر سکتا ہے۔

۲) بچوں کو شروع ہی سے جھوٹ سے بچائیں اور انہیں صاف گوئی کی تلقین کریں۔

© rasailojaraid.c

حالات کیسے ہی ہوں وہ حق گوئی ہی پر قائم رہیں۔ بچہ قدرتی طور پر صاف گو ہوتا ہے۔ وہ اپنے بڑوں سے جھوٹ بولنا سیکھتا ہے۔ آپ کے قول وفعل میں تضاد اس کے لئے الجھن کا باعث بنتا ہے۔ کم از کم بچوں کے سامنے آپ کا غیر محتاط رویہ ٹھیک نہیں۔ فریب اور دھوکہ دہی سے عارضی طور پر چند فوائد حاصل ہو سکتے ہیں لیکن ان کے نتیجے میں اس دنیا ہی میں بے چینیوں اور پریشانیوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ فریب اور دھوکے کے ماحول میں پلی ہوئی اولاد کبھی اپنے ماں باپ کی خیر خواہ نہیں ہو سکتی۔ خصوصیت کے ساتھ وہ انہیں عین اس وقت چھوڑ جاتی ہے جب والدین کو ان کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا کردار کی تعمیر میں صبر وتحمل اور مسلسل کوشش ضروری ہے' کیونکہ بسا اوقات کسی برائی کو چھوڑنے یا کسی اچھائی کو اختیار کرنے میں کئی کئی ماہ لگ سکتے ہیں۔

بچوں کو بچپن ہی سے سادگی کی تعلیم دیجئے۔ رہن سہن میں' کھانے پینے میں اور خوشی' غمی کے معاملات میں شان وشوکت اور بے جا آرائش سے اجتناب کریں۔ اپنے معیارِ زندگی کو اعتدال پر رکھیں جس سے معاشی مسائل آدھے رہ جاتے ہیں۔ خود بھی سادہ زندگی بسر کریں اور بچوں کو بھی اس پر قانع رکھیں۔ ہم نے مجاہدانہ زندگی چھوڑ کر اور مسرفانہ زندگی اپنا کر بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ یہ وطیرہ ہم نے اس طور اپنایا ہے کہ یہود و ہنود بھی شرما جائیں۔ یہ اُمت کے زوال کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ اونچے معیارِ زندگی اور پُرتعیش طرزِ زندگی سے پیچھا چھڑانے کی سنجیدگی سے کوشش کی جانی چاہئے۔ پُرتعیش زندگی گزارنے والے سکون حاصل کرنے کے منحوس چکر میں پھنس جاتے ہیں۔ وہ مزید آرام حاصل کرنے کی کوشش میں ساری عمر کھپانے کے باوجود آرام کی نیند نہیں سو سکتے۔ انہیں آرام وسکون حاصل کرنے کے لئے بے تحاشا دوائیں استعمال کرنا پڑتی ہیں۔ ہمارے نام نہاد اونچے طبقے اور مغربی معاشرے کا یہ المیہ ہے۔ والدین ضروریاتِ زندگی اور فضولیاتِ زندگی میں فرق کریں۔ بچوں کو آرام طلب بنانے کے بجائے سخت کوش لیکن باذوق بنائیں۔

بچوں کو حلال کما کر کھلائیں' حرام ذرائع آمدن سے پرہیز کریں۔ آج کے دور

© rasailojaraid
© rasailojaraid

میں ایک بظاہر بے ضرر لیکن تمام معاشی بے انصافیوں کی جڑ یعنی ''سود'' سے حتی الوسع اجتناب کریں اور سود کے بھیانک خطرات اور نتائج سے اپنے آپ کو باخبر رکھنے کی کوشش کریں۔ اپنی زندگی کی حدود متعین کریں تاکہ آپ کے بچے بھی بڑے ہو کر اپنے آرام کی خاطر حلال و حرام میں فرق کر سکیں

کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو
کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی

والدین کی ذمہ داریاں

والدین اپنے بچوں کو جو سب سے بہتر چیز دے سکتے ہیں وہ بہترین تربیت ہی ہے۔ ہمیں اپنے گھر والوں کو دنیا کے خطرات کے علاوہ اُخروی خطرات سے بچانا ہے۔ از روئے الفاظ قرآنی: ﴿قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ اس دور میں مغربی تہذیب نے خاندان کے مرکزے کو تباہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے جس سے مغربی معاشرے میں گھمبیر مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ وہاں والدین اپنے بچوں کے قتل اور ان کے ساتھ جنسی جرائم میں ملوث نظر آتے ہیں۔ بچوں کی اکثریت اپنے اصل والد سے روشناس نہیں۔ وہاں کے قانون نے شادی کو غیر ضروری قرار دے کر انسانیت پر سخت ظلم کیا ہے۔ حکومت کو بچوں کی کفالت اور تعلیم و تربیت کا ذمہ دار بنا کر اپنے آپ کو مہذب معاشرہ سمجھنے والوں کی اپنی تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ اچھے والدین کی محبت اور پرورش سے زیادہ اہم بچے کی تعلیم و تربیت میں کوئی چیز نہیں۔

ہمارے ذرائع ابلاغ مغرب کی اندھا دھند پیروی کر رہے ہیں اور اپنی عمدہ روایات سے انحراف کر کے اپنی نسل کے لئے بے تحاشا پیچیدگیاں پیدا کر رہے ہیں۔ ہمارے والدین کے لئے اس کا ادراک بہت ضروری ہے اور اس چیز کو دوسرے والدین کے ذہن نشین کرانا ضروری ہے۔ ماں کی گود بچے کا پہلا مدرسہ ہے۔ والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ شروع ہی سے اپنے بچوں خصوصاً اپنی بچیوں کو تعلیم و تربیت کے اسلامی اصول از بر کرائیں، ان کو کتاب و سنّت کی تعلیم اور دین کی اہمیت سے آراستہ کریں اور حلال و حرام کی تمیز سکھائیں۔ اپنے گھروں کو غیر اسلامی رسوم و رواج

© rasailojaraid
© rasailojaraid

سے پاک کریں اور ذرائع ابلاغ کے مضر اثرات سے بچائیں۔

بچیاں، لڑکیاں اور عورتیں مستقبل کی مائیں ہیں۔ وہ اپنی اولاد کی تربیت جتنے اعلیٰ معیار پر کریں گی اتنا ہی اعلیٰ معاشرہ وجود میں آئے گا۔ عورت کی تربیت پر اسلام پسندوں کو اپنا ذہن اور وقت خرچ کرنا ہوگا، کیونکہ ایک عورت کی تربیت ایک نسل کی تربیت کی ضامن ہے، جبکہ ایک مَرد کی تربیت صرف ایک فرد کی تربیت کا باعث بنتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں ایک خامی یہ ہے کہ والد اپنے آپ کو بچے کی نگہداشت اور شروع کی تربیت کے فریضے سے بریٔ الذمہ سمجھتا ہے اور بیوی سے توقع رکھتا ہے کہ وہی بچوں کے تمام مسائل حل کرے۔ عورت اور بچوں کی تربیت ایک والد کا فریضہ بنتا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ گھر میں ایسی ہم آہنگی پیدا کرے جس سے بچوں کی تربیت دوستانہ ماحول میں ہو۔ تربیت کے جو اصول بھی وضع کیے جائیں والد اور والدہ دونوں سختی سے اس پر کاربند رہیں۔ غیر مستقل مزاجی اور بے اعتدالی سے بچہ ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتا ہے اور انتہا درجے کی نرمی یا بے جا سختی بچے کو بگاڑ سکتی ہے۔ بچوں کے رویوں، کاموں اور تفریحات کے بارے میں پابندیاں اور حدود بہت واضح اور متعین ہونی چاہئیں۔

بچوں کی تربیت کے سلسلے میں درج ذیل نکات کا سمجھنا ضروری ہے

۱) بہت سارے والدین اپنے بچوں کی تربیت اسی نہج پر کرنا چاہتے ہیں جس پر ان کی اپنی تربیت ہوئی ہے، چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا رہتا ہے اور بعض خاندانی مسائل سے چھٹکارا ناممکن ہو جاتا ہے جو موروثی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اعتدال کے جو اصول دین میں متعین ہیں اپنے رویوں کو انہی سے پرکھا جائے۔

۲) بعض مائیں نظم قائم کرنے کی ذمہ داری مکمل طور پر شوہروں پر ڈال دیتی ہیں۔ اگر ماں بچے کو یہ کہہ کر ڈرائے کہ ''تمہارے ابو آئیں گے تو بتاؤں گی'' یہ اس کی ناکامی کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔ ایسی ماں کو از سرِ نو بچے کی پرورش کے اصول عملی طور پر سیکھنے چاہئیں۔

۳) بہن بھائیوں کی آپس کی رقابت اور لڑائیاں بچوں کی قدرتی نفسیات کا حصہ ہیں۔

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

ان پر زیادہ پریشان نہ ہوں۔ کبھی کبھی بچے کا والدین پر غصے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

۴) جنس کے بارے میں معلومات میں دلچسپی رکھنا قدرتی عمل ہے۔ اس بارے میں والدین کو حکمت کے ساتھ بچے کو سمجھانا چاہئے۔ انتہائی سخت رویہ نفسیاتی پیچیدگیاں پیدا کر سکتا ہے۔

۵) بعض قریبی خاندانوں میں چپقلش بچوں کی لڑائیوں کی وجہ سے ہو جاتی ہے۔ یہ ناچاقی قریبی رشتہ داروں اور ہمسایوں کی ذہنی صلاحیتوں کو بہت عرصے تک گھن کی طرح چاٹ سکتی ہے۔ اس کا سدِ باب اپنے آپ کو اور اپنے بچے کو سمجھانے سے ہو سکتا ہے۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو حد درجے کا حساس شخص بن کر نہ سوچا جائے۔

۶) گھر کے اندر مَرد نوکر نہ رکھا جائے۔ تمام دنیا کی تحقیق نے اس کے بُرے نتائج سے آگاہ کیا ہے۔ نوکرانی اور نوکر دونوں کی صورت میں ان کی کڑی نگرانی ضروری ہے تاکہ وہ بچوں کو بری عادتیں نہ سکھائیں۔

۷) شادی سے پہلے اور خصوصاً شادی کے بعد ایک عورت کو اپنا وقت وقتی تفریحات' گانے بجانے' بننے سنورنے اور مخلوط محفلوں کے بجائے گھر کے کام کاج کے علاوہ دین کے مطالعے' نماز کی ادائیگی اور اللہ کی طرف رجوع اور دعا میں گزارنا چاہئے۔ اس سے اس کی ہونے والی اولاد نیک خصوصیات کی حامل ہوگی۔ تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ ہیجان خیز طرزِ زندگی حاملہ کے پیٹ میں بچے پر بھی اثر انداز ہو سکتی ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد ماں اپنے بچے کے لئے دعاؤں کے علاوہ جو سب سے زیادہ اہم تحفہ دے سکتی ہے وہ اس کا اپنا دودھ ہے۔ اس بات سے آج کل لاپرواہی برتی جا رہی ہے جس کے نتیجے میں بہت سے بچے بوتل کے دودھ پر پلنا شروع ہو گئے ہیں جن کا اثر آنے والی زندگی میں ان کے جسم کے علاوہ ان کے ذہن پر بھی پڑتا ہے۔ وہ ذہانت میں ماں کا دودھ پینے والے بچوں سے کہیں کم ہوتے ہیں اور غیر انسانی اخلاق کے حامل بن سکتے ہیں۔

۸) ایک سے سات سال کے بچے شروع کی تربیت میں مشکل ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان بچوں کو اس طرح سمجھائیے جیسے آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو کوئی بڑا سمجھائے۔ بچے

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

کی ڈھٹائی اور بدتمیزی کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائیں۔ ایک دور میں منفی رویہ اس کی شخصیت کا حصہ ہوتا ہے لہٰذا اس کی ''نہ'' کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ بچے کے ساتھ خواہ مخواہ بحث مت کیجئے۔ مختصر اور آسان الفاظ میں سمجھائیے، لمبی گفتگو نہ کیجئے۔ آپ کا انداز پُرعزم اور سنجیدہ ہونا چاہیے۔

۹) بچے کو وقت سے پہلے بڑا نہ سمجھئے، ورنہ وہ آپ کی نگاہ میں ناقص ہونے کی وجہ سے خود بخود ناقص ہو جائے گا۔ اگر بچے کو ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ کی جائے، خواہ مخواہ تنقید ہو اور ہر معاملے میں حوصلہ شکنی کی جائے تو وہ مستقبل میں ناکام ثابت ہوگا۔ بچے کو غصے اور چڑچڑے پن سے بچانے کے لئے آپ کو خود تحمل اور بردباری سے کام لینا پڑے گا۔ آپ کی بُری مثال سے بچہ بھی وہی کچھ سیکھے گا۔

۱۰) بچے کی ایک دفعہ کی بدتمیزی پر لمبے عرصے تک معاندانہ رویہ اختیار نہ کریں، ورنہ وہ دوسروں کو اپنا دشمن سمجھنا شروع کر دے گا اور انتقاماً کج روی اختیار کرے گا۔

© rasailojaraid

۱۱) ایک وقت میں مشکل بچے کے لئے تین چار اصولوں پر توجہ دیں۔ بیک وقت بہت سارے قوانین لاگو کرنے کی کوشش نہ کریں۔ عموماً حالات قابو سے باہر تبھی ہوتے ہیں جب والدین خود بُری مثال بنیں۔

۱۲) بدتمیز بچہ بے صبرا اور بدنظم ہوتا ہے۔ اسے زندگی میں زیادہ خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ماحول کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بے وقعت سمجھنے لگتا ہے اور ذہنی دباؤ کا شکار ہو کر نفسیاتی مریض بن سکتا ہے۔ اس کا رویہ بہتر بنانے کے لئے مستقل مزاجی کے ساتھ اس کی اچھی عادتوں کی حوصلہ افزائی کریں اور بُری عادتوں کی احسن انداز میں حوصلہ شکنی کریں۔

۱۳) اگر بچہ کسی جائز چیز پر غصے کا اظہار کرتا ہے تو آپ اطمینان سے اس کو تسلی دیں کہ اس کا غصہ بجا ہے۔ اس سے ایسی گفتگو نہ کریں جو وہ سمجھ نہ سکتا ہو۔

۱۵) ایک سے تین سال کے بچے کو غیظ و غضب کا دورہ پڑ سکتا ہے۔ اگر یہ دورہ بار بار پڑے تو والدین کی بحیثیت والدین تربیت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ان کی اپنی خامیوں کا آئینہ دار ہے جس کا سدّ باب انہیں خود کرنا ہوگا۔ ایسے بچے کو تھوڑی دیر

(باقی صفحہ ۶۴ پر)

© rasailojaraid

ذات پات کی نفسیات اور اسلام (۱)

تحریر: عبدالغفور عاجز

دورِ جدید کا دانشور اور مفکر جب انسانی فوز و فلاح اور خوشحالی کی طرف دیکھتا ہے تو نتیجتاً انسان کی عظمت اور فلاح و کامیابی کو انسان کی حریت و اخوت اور مساوات کے مترادف ہونا قرار دیتا ہے۔ اسی وجہ سے انسانیت کے لئے مساوات کو سب سے اہم قدر مانا جاتا ہے۔ اقوامِ متحدہ نے بنیادی انسانی حقوق کا منشور تیار کیا تو اس میں مساوات کی قدر کی اہمیت کے پیش نظر اس کو شروع میں رکھا۔

افلاطون کے تصور جمہوریت پر نظر دوڑائیں تو اس نے بھی سب انسانوں کو برابر نہیں سمجھا۔ دوسری طرف یورپ والے افلاطون کے نظریات کو جمہوریت کی بنیاد قرار دے کر کہتے ہیں کہ فرانسیسی بغاوت سے حریت' اخوت اور مساوات پیدا ہوئیں۔

اسلام سے پہلے دنیا میں مساوات کا کوئی تصور نہیں تھا۔ لوگوں نے خدا کے بندوں کے درمیان حسب ونسب' مال و دولت' رنگ و روپ اور شکل وصورت کی دیواریں قائم کر رکھی تھیں۔ انسان کی انسان پر ناروا حاکمیت نے اس کی بزرگی وعظمت کو زیادہ نقصان پہنچایا۔ ہندوستان والے اپنے سوا سب کو ناپاک سمجھتے تھے۔ خود اپنے کو بھی چار ذاتوں میں منقسم کر دیا۔ چوتھی ذات شودروں کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ یہ تھے انسانوں کے خود ساختہ قوانین جن کے ذریعے انسان انسانوں کو ذلت کی گہرائیوں میں خود ہی دھکیل دینے کا کھیل کھیلتے رہے ہیں۔ دوسری طرف ایرانی معاشرہ چار ذاتوں میں بٹا ہوا تھا اور رومنوں نے حاکمیت اپنے لئے مخصوص کر رکھی تھی' باقی سب کو غلام سمجھتے تھے۔ بنی اسرائیل نے خود کو خدا کی اولاد قرار دے کر باقی سب کو نیچ اور کمتر سمجھنا شروع کیا ہوا تھا اور اپنی قوم میں خود ہی کئی بیرونی مدارج بنائے ہوئے تھے۔

عرفات حج کی اصل عبادت گاہ تھا' لیکن قریش وہاں نہیں جاتے تھے' وہ اس میں

© rasailojarai